حج کی مقصد

اسلام میں تمام عبادات کی روح اور حکمت تقویٰ اللہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ۔

ہر گز اللہ تک نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا۔

(سورۃ الحج آیت نمبر38)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عبادت اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں بلکہ اصل اس کی مقصدیت اور روح ہے ، جس کا ثواب ملتا ہے مثلا نماز عظیم الشان عبادت ہے مگر ایک ایسی نماز بھی ہے جو نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

گویا تمام عبادات کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہے اگر بنیادی ہی نہ ہو تو عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی ذیل میں ایک واقعہ کے ذریعے اس مضمون کو واضح کیا جاتاہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حج کی مقصدیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

”حج میں بھی جب تک تقویٰ اور خشیت اللہ کو مد نظر نہ رکھا جائے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا میں جب حج کرنے کے لیے گیا تو سورت کے علاقہ کے ایک نوجوان تاجر کو میں نے دیکھا کہ جب وہ منیٰ کی طرف جا رہا تھا تو بجائے ذکر الٰہی کرنے کے اردو کے نہایت ہی گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جارہا تھا۔اتفاق کی بات ہے کہ جب میں واپس آیا تو جس جہاز میں میں سفر کررہا تھا اسی جہاز میں وہ بھی واپس آرہا تھا ایک دن میں نے موقع پا کر اس سے پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ حج کے لیے کیوں آئے تھے۔مَیں نے تو دیکھا ہے کہ آپ منیٰ کو جاتے ہوئے بھی ذکر الٰہی نہیں کر رہے تھے۔اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں حاجی کی دوکان سے لوگ سودا زیادہ خریدا کرتے ہیں جہاں ہماری دوکان ہے اس کے با لمقابل ایک اور شخص کی دوکان بھی ہے وہ حج کر کے گیا اور اس نے اپنی دوکان پر حاجی کا

بورڈ لگا لیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے گاہک بھی ادھر جانے لگ گئے یہ دیکھ کرمیرے باپ نے مجھے کہا کہ تو بھی حج کر آتا کہ واپس آکر تو بھی حاجی کا بورڈ اپنی دوکان پر لگا سکے اب بتائو کہ کیا اس کا حج اس کے لیے ثواب کا موجب ہوا ہو گا ثواب کا تو کیا سوال ہے اس کا حج اس کے لیے گناہ کاموجب ہوا ہو گا پس انسان کو اپنے تمام کاموں میں ہمیشہ یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اچھے سے اچھا کام کرنے میں بھی خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے ورنہ وہی نیک اس کے یے ہلاکت اور عذاب کا باعث بن جائے گی بے شک حج ایک بڑی نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص محض اس لیے حج پر جاتا ہے کہ اس کا لوگوں میں اعزاز بڑھ جائے یا رسم ورواج کے ماتحت جاتاہے یا اس لیے جاتا ہے کہ لوگ اسے حاجی کہیں تو وہ اپنا پہلا ایمان بھی مٹا کر آئے گا۔"

ارکانِ حج

فقہ احمدیہ کے مطابق حج کے تین بنیادی رکن ہیں

۱۔احرام یعنی نیت باندھنا

۲۔وقوفِ عرفات یعنی ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ٹھہرنا

۳۔طوافِ زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد ۱۰ ذی الحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے

اِحرام

قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں مُحرِم پر بعض پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حج کے بنیادی اعمال میں سے ایک احرام بھی ہے۔قرآن کریم میں درج ذیل آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے

۱۔یَا اَیُّہَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّہۡرَ الۡحَرَامَ وَلَا الۡہَدۡیَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ وَلَا آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرِضۡوَانًا وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ

(سورۃ المائدہ، آیت نمبر 2)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! عہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے مویشی چوپائے حلال قرار دیئے گئے سوائے اس کے جو تم پر پڑھا جاتا ہے۔ مگر شکار کو حلال قرار دینے والے نہ ہو جانا جبکہ تم اِحرام کی حالت میں ہو۔ یقیناً اللہ وہی فیصلہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

۲۔ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعاً لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُماً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

(سورۃ المائدہ ، آیت نمبر96)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار مارا نہ کرو جب تم اِحرام کی حالت میں ہو۔ اور تم میں سے جو اُسے جان بوجھ کر مارے تو اس کی سزا کے طور پر کعبہ تک پہنچنے والی ایسی قربانی پیش کرے جو اس جانور کے برابر ہو جسے اس نے مارا ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو صاحبِ عدل کریں۔ یا پھر اس کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا پھر اس کے برابر روزے (رکھے) تاکہ وہ اپنے فعل کا بد نتیجہ چکھے۔ اللہ نے درگزر کیا ہے اس سے جو گزر چکا۔ پس جو اِعادہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) انتقام لینے والا ہے۔

۳۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن دِينِكُمْ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ المائدہ، آیت نمبر 3)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شعائراللہ کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ ہی حرمت والے مہینہ کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ہی قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کی اور نہ ہی ان لوگوں کی جو اپنے ربّ کی طرف سے فضل اور رضوان کی تمنا رکھتے ہوئے حرمت والے گھر کا قصد کر چکے ہوں۔ اور جب تم اِحرام کھول دو تو (بے شک) شکار کرو۔ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات

پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔اور اللہ سے ڈرو۔یقینا اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

۴۔جَعَلَ اللہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَاماً لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَائِدَ ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوا اَنَّ اللہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیم

(سورۃ المائدہ ،آیت نمبر 97)

تمہارے لئے سمندری شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔یہ تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے ہے۔اور تم پر خشکی کا شکار اس وقت تک حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم اِحرام باندھے ہوئے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

آنحضور ﷺ نے ذو الحلیفہ سے احرام باندھا تھا ، حج کی غرض سے۔

آپ ﷺ نے ایک خطبے میں فرمایا : اہل مدینہ کا میقات ذو الحلیفہ ہے ،شام والوں کا میقات جحفہ ہے ،اہل نجد کا میقات قرن المنازل ہے اور یمن والوں کا یلملم ہے۔

جبکہ ذات عرق عراق کے باشندوں کے لئے میقات حضرت عمر کے دور میں مقرر ہوا تھا۔

طواف

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے طواف سے متعلق حکم فرمایا ہے

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیق۔

(سورۃ الحج ،آیت نمبر ۳۰)

آنحضور ﷺ نے ارشاد خداوندی کے مطابق ۳ مرتبہ حج کے دوران خانہ کعبہ کا طواف کیا تھا۔

۱۔پہلا طواف ۴ ذی الحج کو (اسے اصطلاح میں طوافِ قدوم کہتے ہیں)

۲۔دوسرا طواف ۱۰ ذی الحج کو (اس کو اصطلاح میں طواف ، زیارت یا طواف ، افاضہ کہتے ہیں)

۳۔تیسرا طواف ۱۴ ذی الحج کو (اسے اصطلاحا طوافِ وداع کہتے ہیں)

مقامِ ابراہیم کونماز کی جگہ بنانے کا حکم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی

(سورۃالبقرہ آیت نمبر 126)

یعنی ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو

آنحضور ﷺ نے طوافِ کعبہ کے بعد قرآن کریم کی درجِ بالا آیت تلاوت فرمائی اور دو رکعت نفل ادا کیے اس میں آپ ﷺ نے سورہ الاخلاص کی تلاوت فرمائی۔

مقامِ ابراہیم سے متعلق ضروی وضاحت

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّیسے مراد یہ ہے کہ ہم نے کہایا ہم نے حکم دیا کہ تم شدت کے ساتھ مقام ابراہیم کو عبادت گاہ بناوء یا جہاں انہوں نے خانہ کعبہ کو بنانے کے لئے قیا م کیا تھا اس میں سے کسی جگہ نماز پڑھو یا یہ کہ ابراہیمؑ کے کھڑیء ہونے کی جگہ پر یعنی جہاں وہ عبادت کرتے تھے تم بھی طواف کے بعد اس شکریہ میں کہ خدا نے اس گھر کو دنیا کے جمع کرنے اور امن کو قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے نماز پڑھو۔

مقامِ ابراہیم کعبہ کے پاس ایک خاص جگہ ہے ،جہاں طواف بیت اللہ کیء بعد مسلمانوں کو دو سنتیں پڑھنے کا حکم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے بعد اس جگہ شکرانہ کے طور پر نماز پڑھی تھا اور اس سنت کو جاری رکنھے کے لئے وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن میں سمجھتا ہوں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی میں جس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عبادت اور فرما نبرداری کے جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے تھے تم بھی اسی مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کونے کی کوشش کرو۔لوگ غلطی سے مقامِ ابراہیم سے مراد

صرف جسمانی مقام سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ابراہیمؑ کا اصل مقام وہ مقامِ اخلاص اور مقامِ تقویٰ تھا جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ کو دیکھا گویا اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ تم بھی اسی طرح اللہ تعالی سے محبت کرواسی رنگ میں دین کے لئے قربانیاں بجا لائو،جس رنگ میں ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے لیے قربانیاں کیں۔

پس یہاں مقامِ ابراہیم سے مراد کوئی جسمانی مقام نہیں بلکہ روحانی مقام مراد ہے.......اگر مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کے یہی معنے ہوں کہ ہر شخص ان کے مصلی پر جا کر کھڑا ہو تو یہ تو قطعی طور پر ناممکن ہے اور یہ جھگڑا رہتا کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں نماز پڑھی تھی یہ وہاں اور اگر بالفرض یہ یقینی طورپر پتہ لگ بھی جاتا کہ انہوں نے کہاں نماز پڑھی تھی تو بھی ساری دنیا کے مسلمان وہاں نماز نہیں پڑھ سکتے صرف حج میں ایک لاکھ سے زیادہ حاجی شامل ہوتے ہیں اگر جلدی جلدی بھی نماز پڑھی جائے تب بھی ایک شخص کی نماز پر دو منٹ صرف آئینگے اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک گھنٹہ میں تیس اور چوبیس گھنٹہ میں سات سو بیس آدمی وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اب بتائو کہ باقی جو 99280رہ جائیں گے وہ کیا کریں گے اور باقی مسلم دنیا کے لئے تو کوئی صورت ہی ناممکن ہوگی۔پس اگر اس حکم کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔پھر ایسی صورت میں فسادات کا بھی احتمال رہتا ہے۔

سعی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتاہے

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 159)

یعنی یقیناً صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں پس جو کوئی بھی اس بیت کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔

اس قرآنی حکم کے مطابق آنحضور ﷺ نے سعی کی تھی اور سعی کے دوران اسی آیت کی تلاوت بھی فرمائی تھی۔

عرفات میں جا کر وہاں سے واپس آنا

عرفات میں جانے اور واپس آنے سے متعلق قرآن کریم سورۃ البقرہ آیت نمبر199اور آیت نمبر200میں احکامات پائے جاتے ہیں آنحضور ﷺ نے اسی کے مطابق ہی عمل کیا۔آپ ﷺ 9ذی الحج کو منیٰ سے عرفات تشریف لے گئے

اور 9ذی الحج کو غروب آفتاب کے بعد وہاں سے واپس مزدلفہ کو روانہ ہوئے

مشعر حرام پر ذکر الٰہی

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت نمبر 199میں فرماتا ہے کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

آنحضور ﷺ نے اس حکم کے مطابق ہی عمل کیا اور مشعر حرام پر جا کر ذکرِ الٰہی کرتے رہے۔

رمی

رمی کاذکر اشارہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 204میں پایا جاتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے کہ پس جو بھی دو دنوں فارغ ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں آنحضور ﷺ کا عمل اس آیت کے مطابق یہ تھا کہ آپ ﷺ تینوں دن منی میں قیام فرما رہے (یعنی 11.12.13ذی الحجہ کو)

میری نظر میں اگر بیماری کی وجہ سے کوئی حج پر جانے سے رہ جائے اور اس سہولت میسر ہو کہ کوئی اور ساتھی حج کرنے جارہے ہیں ،تو وہ ان کے ذریعے سے اپنی قربانی کعبہ تک پہنچائے اور اس وقت تک سر نہ منڈوائے اور اگر اُسے یہ سہولت میسر نہ ہو تو پھر جہاں کہیں بھی وہ ہے ،وہیں یوم النحر کو قربانی کر کے سر منڈوا دے اور احرام کھول لے۔

اگر روک دشمن کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو تو میری رائے میں جہاں کہیں حاجی یا معتمر کو روکا گیا ہو گا ، وہیں اپنی قربانی کو ذبح کرکے سر منڈوا کر احرام کھولدے گا۔جیسا کہ آنحضورؐ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی اپنی قربانی کو ذبح کر دیا تھا۔لہاذا اس صورت میں محلہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حاجی یا معتمر کو روکا گیا ہو گا۔

ایام حج کا تعارف اصطلاحا

1: 8ذی الحجہ : حج کا پہلا دن اصطلاح میں یوم الترویہ کہلاتا ہے لغوی طور پر ترویہ کا مطلب پانی پینا اور پیٹ بھر کر پینا ہے یعنی خوب سیر ہو کر پینا اس روز لوگ اپنی سواریوں کو (جانوروں) خوب پیٹ بھر کر پانی پلا یا کرتے تھے ،تا کہ آگے کے سفر میں کوئی دقت نہ ہو کیونکہ منی سے آگے عرفات تک اور پھر عرفات سے واپسی پر منیٰ تک پانی کا کوئی انتظام نہ تھا لہذا لوگ اپنے لیے بھی پانی لیا کرتے اور جانوروں کو بھی پلایا کرتے ، لہذا اس دن کو یوم الترویہ کہا جانے لگا۔

2 : 9ذی الحجہ کا دوسرا دن اصطلاح میں یوم عرفات یا یوم الحج کہلاتا ہے کیونکہ اس روز حجاج منی سے عرفات پہنچتے ہیں جو مناسک حج کی ادائیگی کا سب سے دور مقام ہے اور اس دن حج کا ایک اہم رکن یعنی وقوف عرفات ادا کیا جاتا ہے

3:۱۰ذی الحجہ حج کا تیسرا دن اصطلاحا یوم النحر کہلاتا ہے کیونکہ اس دن حجاج اپنی قربانیوں کو ذبح کرتے ہیں اور عربی میں ذبح کرنے کو نحر کہتے ہیں۔

4: 11.12.13. ذی الحجہ یہ حج کے تین ایا م اصطلاح میں ایام تشریق کہلاتے ہیں تشریق عربی میں گوشت کو سورج کی روشنی میں رکھ کر سکھانے کو کہتے ہیں چونکہ قدیم دور میں عید الاضحی کے روز اور بعد کے دو دنوں میں قربانیاں ذبح کی جاتی تھیں اور لوگ ان 3ایام میں گوشت کو سورج کی روشنی میں سکھاتے تھے ،اس لیے ان ایام کو ایام تشریق کہا جانے لگا۔

ایامِ حج ،طریقِ حج اور مناسک حج ایک نظر میں

8ذی الحجہ یوم الترویہ

9ذی الحجہ یوم عرفات /یوم الحج

10ذی الحجہ یوم النحر

11ذی الحجہ

ایام

12ذی الحجہ

تشریق

احرام کی حالت میں مکہ سے منی کو روانگی

فجر کی نماز منٰی میں ادا کر کے عرفات کو روانگی

مزدلفہ میں فجر کی نماز اور وقوف کے بعد منٰی کو روانگی

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک

منٰی میں آج کے دن

زوال کے بعد وقوفِ عرفات

پہلے :بڑے شیطان کی رمی

پہلے : چھوٹے شیطان کی

پہلی-: چھوٹے شیطان کی

ظہر۔عصر۔مغرب۔عشاء پڑھنی ہیں

ظہر،عصر کی نمازیں عرفات میں پڑھنی ہیں

پھر قربانی کرنا

پھر : درمیانے شیطان کی رمی کرنا ہے

پھر درمیانے شیطان کی

رات منٰی میں قیام کرنا ہے

غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کو روانگی

پھر سر کے بال منڈوانا یا کتروانا اور احرام کھولنا

طواف زیارت اگر کل نہیں کیا تھا تو آج کیا جائے

پھر بڑے شیطان کی رمی کرنا ہے

مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنی ہیں

پھر طواف زیارت کے لیے مکہ جانا

رات منیٰ میں قیام کرنا ہے

طواف زیارت اگر نہیں کیا تھا تو آج مغرب سے پہلے ضرور کیا جائے

رات مزدلفہ میں قیام کرنا ہے

رات منیٰ میں قیام کرنا ہے

اگر 13 کو قیام کاارادہ ہو تو زوال سے پہلے کنکریاں ماری جا سکتی ہیں وطن روانگی سے پہلے طواف وداع کرنا بھی ضروری ہے۔

حج کی 3اقسام (اصطلاحات)

حجِ اِفراد: عمرہ کے بغیر صرف حج ادا کرنا ، حج افراد کہلاتا ہے ایسے شخص کے لیے جو حج افراد ادا کررہا ہو ، ضروری ہے کہ وہ ایام حج کے آغاز میں احرام باندھے ار 10ذی الحجہ کو رمی کے بعد احرام کھول ڈالے۔اس میں قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی فرض نہیں ہے۔

حج تمتع: اس کی تشریح یہ ہے کہ حج کے مہینو ں میں سب سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے اور حج کی ادائیگی کے بعد 10ذی الحضہ کو رمی کے بعد احرام کھول دے۔تمتع کے معنے فائدہ اٹھانے کے ہیں حج کرنے والاایک ہی سفر سے دو فائدے اٹھاتا ہے حج تمتع کرنے والے لے لیے قربانی ضروی (فرض ہے) اگر قربانی نہ کر سکے تو قرآنی تعلیم کے مطابق دس روزے رکھے۔

3حج کے دنوں میں اور7روزے واپس گھر آکر پورے کرے۔

حجِ قِران:یعنی شروع میں عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے ہوئے تلبیہ کہے اس طرح احرام باندھنے والا مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرے گا اس کے بعد احرام بہیں کھولے گا بلکہ اسی احرام باندھا تھا اسی طرح دسویں ذی الحجہ کو دونوں کا اکٹھاہی احرام کھولیگا۔اس قسم کا حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری(فرض) ہے اگر قربانی میسر نہ ہو تو اسے بھی دس روزے رکھنے ہوں گے۔3ایام حج میں اور 7اپنے گھر واپس پہنچ کر۔

عمرہ :اس سے مراد حج کے کچھ مناسک کی ادائیگی ہے جو یہ ہیں احرام طواف ،سعی اور حلق یا قصر۔عمرہ سال کے دوران کسی بھی وقت ہو سکتاہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کبیر

سے بیان کردہ تفسیر سے چیدہ چیدہ مضامین درج کیے جاتے ہیں۔

"ان اصفا و المروہ من شعائر اللہ ،فرماتاہے کہ صفا اور مر و ہ دونوں پہاڑیاں یقینا اللہ وہ پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ میں خانہ کعبہ کے طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے اور سات دفعہ چکر لگایا جاتا ے بعض نے کہا ہے کہ چودہ دفعہ دوڑنا چاہیے جگر یہ کمزور خیال ہے اصل میں سات دفعہ ہی سعی ہے اور یہی رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے صفا سے شروع کر کے مروہ پر جاتے ہیں اور وہاں سے صفاپر آتے ہیں یہ سعی چونکہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیلؑ کی یاد گار ہے اس لیے یہ پہاڑیا ں اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہیں حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی بیوی ہاجرہ اور بچے اسمعیل کو عرب کی بے آب و گیا وادی میں چھوڑ آئو چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ہاجرہؓ اور اسمعیلؑ کوانہوں نے خانہ کعبہ کے پاس لا کر بسادیا جہاں پانی کا ایک قطرہ اورگھاس کی ایک پتی تک نہ تھی صرف ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجوروں کی آپ نے انہیں دی اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہوئے رخصت ہو گئے جب پانی ختم ہواتو حضرت اسمعیلؑ کو پیاس لگی اور اآخر شدت پیاس کی وجہ سے وہ تڑپنے لگ لئے حضرت ہاجرہ سے ان کی پیاس کی تکلیف دیکھی نہ گئی اور وہ پانی کی تلاش میں ادھرادھر دوڑیں مگر پانی نہ ملا قاریب ہی صف پہاڑی تھی وہ دوڑکر اس پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی شخص نظرآئے اور وہ اس سے پنی مانگیں مگرجب وہاں سے سے کوی سوئشخص دکھائی نہ دیا تو دوسری پہاڑی مروہ پر دوڑ کر چڑ گئیں اور وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا تو پھر صفاکی طرف آئیں اور اس طرح انہوں نے سات چکر کاٹے آخری چکر میںجب وہ مروہ پر تھیں ان کو ایک آواز آئی حضرت ہاجرہ نے پکار کر کہا کہ اے شخص جس کی یہ آواز ہے اگر تو ہماری مدد کر سکتاہے تو کر یہ آواز اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتہ کی تھی اس نے کہا ہاجرہ جا اور دیکھ کہ اسمعیل کے پائوں کے نیچے خداتعالیٰ نے ایک چشمہ پھوڑ دیا ہے چناچہ وہ واپس آئیں اورانہوں نے دیکھا کہ جہاں حضرت اسمعیلؑ شدت ِپیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ رہاہے اور بڑے زور سے اس میں سے پانی نکل رہا ہے زمزم کا کنواں وہی چشمہ ہے جو حضرت

اسمعیلؑ کے لیے معجزانہ طور پر پھوڑا گیا تھا۔چنانچہ اس چشمہ کی وجہ سے پھر اس قدر ترقی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں عظیم الشان شہر قائم کر دیا۔غرض صفا اورمرہ کاذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جو لوگ صبر کرتے اور استقامت کے ساتھ خدمت دین میں حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی ضائع نہیں کرتا و ہ ہاجرہ اور اسمعیل کی طرح انہیں اپنے آسمانی نشانات دکھاتا اوردائم زندگی اور غیر معمولی انعامات عطا کرتا ہے اگر تم بھی صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ایسے ہی انعامات سے نوازے گااور تمہیں بھی شعائر اللہ میں داخل کردے گا۔

فلا جناح علیہ ان یطوف بھما چونکہ بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ صفا اور مروہ پر جانا گناہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا جناح ورنہ یہ مراد نہیں کہ جاؤ یانہ جاؤ تمہارا اختیار ہے کیوں کہ حج اور عمرۃ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی ضروی ہوی ہے اسی طرح فلاجناح کے یہ بھی معنے ہیں کہ طواف جائز ہے کیونکہ جب اس چیز کے متعلق جسے لوگ حرام جائیں فتوی دیا جائے تو اس وقت اس فقرہ کے معنے صرف اس خیال کی نفی کری ہوتی ہے نہ کہ اس کا جواز بتانا۔حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب تھاکہ طواف ضروری چنانچہ بخاری جلد اول باب وجوب الصفا والمرہۃ وجعل من شعائر اللہ میں حضرت عائشہؓ کے بھانجے عرہ بن زبیر سے ایک رویت مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتاہے کہ طواف جائز ہے ضروری نہیں اس پر انہوں نے جواب دیا کہبئسما قلت یا بن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھمایعنی اے میرے بھانجے تو نے یہ بہت ہی غلط استدلال کیاہے اگر یہ بات اسی رنگ میں ہوتی جیساکہ تم کہہ رہے ہر تو عبارت یوں ہوتی کہ لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما اور پھر فرمایا وقد سن رسول اللہ ﷺ الطواف بینھما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینھما آنحضرت ﷺ کی سنت یہی تھی کہ آپ صفا اور مرہ کا طواف کیا کرتے تھے پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سنت کے خلاف معنی کرے

بہر حال حضرت عروہ بن زبیر جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے ان کا یہی مذہب تھا کہ طواف ضروری نہیں اسی طرح حضرت ان عباسؓ حضرت انسؓ عطا اور مجاہد کابھی یہی قول ہے طواف ضروری نہیں امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب یہ ضروی تو نہیں مگر کسی شخص کو نہیں چاہیے کہ وہ جان بوجھ کر طواف چھوڑے ہاں اگر بلا ارادہ چھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں مگر مناسب یہی ہے کہ نہ چھوڑے امام شافعی اور مالیؒ کے نزدیک صفا اور مروہ کا طواف واجب ہے اور

ارکانِ حج میں سے ہے اور ثوری اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی چھوڑ دے اور بغیر طواف کئے حج پوراکرے تو اس پر قربانی لازم ہے حضرت عائشہؓ نے فلا جناح علیہ ان یطوف بھم کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انصار مسلمان ہونے سے پہلے منات بت کے لیے احرام باندھاکرتے تھے جس کی مشلل کے پس لوگ عبادت کیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں جو شخص احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کو گناہ سمجھا کرتے تھے لیکن اب اس کے متعلق کیا حکم ہے اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (بخاری کتاب الحج)پس چونکہ اس وقت ایک جماعت ایسی تھی جو صفااور مروہ کے درمیاں طواف کرنے کو جائز نہیں سمجھتی تھی اس لیے اگرکوئی شخص یہ پوچھے کہ اس میں کوئی گناہ تو نہیں تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ کوئی گناہ نہیں باقی ہورہا یہ سوال کہ یہ سعی صرف جائز ہے یا واجب تو یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم نے صرف یہ بحث اٹھائی ہے کہ جو لوگ اس کام کو غلطی اور گناہ قرار دیتے ہیں وہ درست نہیں کہتے ورنہ رسول کریم ﷺ کی سنت سے اس کا ضروری ہونا ثابت ہے پس لا جناح علیہ ان یطوف بھما کے یہ معنے نہیں ہیں کہیہ کام اختیاری ہے کوئی کرے یا نہ کرے بلکہ درحقیقت یہ نصیحت کا ایک طرق ہے کہ جب کسی ضروی بات کی طرف انسان توجہ نہ کرے تو کہتے ہیں کہ یہ بات گناہ نہیں۔یعنی تم نے جو ادھر توجہ نہیں کی تو شاید گناہ سمجھ کر نہیں کی حالانکہ یہ تو ضروری بات تھی ان معنوں کو سورہ نساء کی یہ آیت بالکل حل کر دیتی ہے کہ وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزااو اعراضا فلاجناح علیما ان یصلحا بینموٴھما صلحا والصح خیر۔(سورۃالنسائ، آیت 12)یعنی اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے نشوز یا اعراض سے ڈرتی ہو تو اگر وہ آپس میں کسی طریق پر صلح کرلیں تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں اور صلح بہت اچھی چیزہے اس آیت میں فلا جناح علیھما کے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ میاں بیوی سوچیں کہ صلح سے رہنا کوئی گناہ نہیں اور اگر عورت کے قصور کی وجہ سے مرد کو غصہ ہے تو وہ چھوڑدے اور اگر عورت کا قصور نہیں تومرد اپنی اصلاح کر لے پس جس طرح اس آیت میں صلح کے متعلق فلا جناح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اسی طرح فلا جناح کے الفاظ ستعمال کئے گئے ہیں اسی طرح فلاجناح علیہ ان یطوف بھما میں جہاں اسے ناجائز سمجھنے والوں کے خیال کی نفی کی گئی ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف کوئی گناہ کی بات نہیں یعنی تم جو اسھر توجہ نہیں کر رہے تو شاید گناہ سمجھ کر نہیں کررہے حالانکہ یہ تو ضروری بات ہے

ومن تطوع خیرا میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص نیکی کے کاموں میں اس لئے حصہ لیتا ہے کہ ان کے بدلہ میں اسے کوئی چیز مل جائے تو یہ ایک سودا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سودا کرنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں۔عبادت تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کے شکر کے طور پر بجا لانی چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں نہ اس لئے کہ اگر میں نے عبادت نہ کی تو مجھے کوئی انعام نہیں ملے گا عبادت کے مقابلہ میں انعام کی خواہش ایک ادنی خواہش ہے اصل مقام یہی ہے کہ انسان محض اللہ تعالیٰ کی اضا اور اس کے بے پایاں احسانات کے شکر کے طور پر اپنا سر اس کے حضور جھکائے اور رات دن اس کی عبادت میں مشغول رہے یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ ومن تطوع خیر ا کے الفاظ سے وجوب طواف کی نفی نہیں کی گئی بلکہ مراد یہ ہے کہ عمرہ جتنی بار کرو اتا ہی زیادہ ثواب ملے گا اسی طرح حج بھی اگرایک سے زیادہ دفعہ کر سکو تو یہ بھی تمہارے لیے موجب ثواب ہو گا گویا اس آیت میں وجوبِ طواف کی نفی نہیں بلکہ یہ تحریک کی گئی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں بار بار کرنے چاہیں ار باربار ان مقامات مقدسہ کی ایارت کے لیے آتے رہنا چاہیے۔

فان اللہ شاکر علیم فرمایاتم خداتعالیٰ سے سودانہ کروبلکہ اسی پر سچا توکل رکھو وہ تمہاری نیکیوں کو ضائع نہیں کریگا اور تمہیں خود ان کی بہتر سے بہتر جزادے گا وہ بہت قدر دان اور بہت جاننے والا ہے شاکر کے ساتھ علیم کا اضافہ اس لئے فرمایا کہ انسان کو جو جزائیں ملتی ہیں ان کی کئی اقسام ہیں بعض جزائیں انسان کو تباہ کر دینے والی ہوتی ہیں اگر کسی اندھے کو عینک لگانے کے لیے دی جائے یا کسی جزامی کو اچھے کپڑے دے دیئے جائیں تو وہ چیزیں اس کے کام نہیں آسکتیں۔خواہ وہ کتنی قیمتی کیوں نہ ہوں اسی لیے فرمایا میں تمہارے حالات کو خوب جانتا ہوں انہی کے مطابق میں تمہیں انعام دوں گا اور تمہیں ایسی جزا دوں گا جو تمہیں دائمی طور پر فائدہ پہنچانے والی ہو گی۔

یہاں سے حج اور عمرہ کے احکام کا آغاز ہوتا ہے۔حج اسلامی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اور ہر شخص جو بیت اللہ کا حج کرنا چاہے۔اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ میقات اُن مقامات کو کہتے ہیں جہاں پہنچنے پر اسلامی ہدایات کے مطابق حاجیوں کو احرام باندھنا پڑتا ہے مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذو الحلیفہ شام کی طرف آنے والوں کے لیے جحفہ ، عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذاتِ عرق ،نجد کی طرف سے آنے والوںکے لیے قرن المنازل اور یمن کی طرف سے اانے والوں کے لیے یلملم میقات مقرر ہیں پاکستان سے جانے والوں

کے لیے یلملم ہی میقات ہے اور حاجیو ں کو جہاز میں ہی احرام باندھنا پڑتا ہے جو لوگ ان میقات کے اندر رہتے ہوں انہیں احرام کے لیے باہر جانے کی ضرورت نہیں وہ اپنی اپنی جگہوں سے ہی احرام باند سکتے ہی احرام کا طریق یہ ہے انسان حجامت بنوا کر غسل کرے خوشبو لگائے اور اس کے بعد سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک چادر تہبند کے طور پر کمرسے باندھ لے اور دوسری چادر جسم کے اوپر اوڑھ لے اور سر کو ننگا رکھے اور دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اپنے اوقات کا اکثر حصہ تکبیر اور تلبیہ اور تسبیح و تحمید میں بسر کرے اور بار بار

لبیک الھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والاملک لا شریک لک لبیک

کہتا رہے ہر نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ تلبیہ کہنا چاہیے محرم کے لیے سلے ہوئے کپڑے یعنی قمیض شلوار پاجامہ یا کوٹ وغیر ہ پہنا سر کو ڈھانپناجرابیں پہننا خوشبو لگانا خوشبو دار رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑے سر منڈوانا ناخن اتارنا جوئیں نکالنا یا انکو مارنا جنگل کے کسی جانور کا شکار کرنا شکارکے جانور کو ذبح کرنا کسی کو شکارکے لیے کہنا یا کسی شکاری کیمدد کرنا ،شہوانی تعلقات قائم کرنا یا شہوانی گفتگو کرنا فحش کلامی کرنا یا فحش اشعار پڑھنا فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے میں حصہ لینایہ سب امور ناجائز ہوتے ہیں البتہ محرم غسل کرسکتاہے محرم عورت کے لیے بھی ان ہدایات کی پابندی ضروری ہے البتہ اسے بے سلے کپڑے پہننے کی ضروت نہیں اسے اپنا معمولی لباس یعنی قمیض پا جامہ اور دوپٹہ ہی رکھنا چاہیے البتہ وہ برقعہ نہیں اوڑھ سکتی۔

جب حاجی حدودِحرم میں داخل ہو (یعنی مکہ معظمہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں جو حرم کہلاتا ہے) تو وہ آدابِ حرم کو ملحوزخاطر رکھے اور جب بیت اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور فورا دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا دے کیونکہ وہ قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے اسے کے بعد جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو حجر اسود سے خانہ کعبہ کاسات مرتبہ طواف کرے طواف کرتے ہوئے اگرممکن ہو تو ہر دفعہ حجر اسود کوبوسہ دینا چاہیے اور اگرممکن نہ ہو تو صرف ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نفل پرھے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگائے صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوگا اور مروہ صفا تک دوسرا چکر پھرمکہ معظمہ میں ٹھہر کر ایام حج کا انتظار کرے۔جب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو وہ مکہ سے منی چلا جائے اور وہاں بعد زوال داخل ہو اور ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے

ادا کرے اور سورج کے ڈوبتے تک عرفات میں ہی رہے اور دعائوں اور عبادات میں اپنا وقت گزارے اس کے بعد مزدلفہ مقام میں آئے جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھے اور وہاں رات بھر عبادت اور دعائوں میں بسر کرے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مشعر الحرام پر جا کر دعا کرے اور وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو کر منی پہنچے اور وہاں جا کر جمرہ العقبہ پر سات کنکریں مارے اور ہر دفعہ کنکر پھکنے کے ساتھ ساتھ تکبیر کہے مگر یہ کام سورج نکلنے کے بعد کرے یہاں سے فارغ ہو کر قربانی کرے سر منڈوائے اور پھر اسی دن شام تک یا گلے دن مکہ مکرمہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرے افضل یہ ہے کہ اسی دن شام تک جا کر کعبہ کا طواف کر آئے پھر دوسرے دن منی میں واپس آجائے اور بعد زوال جمرۃ الدنیا، جمرہ الوسطی ، جمرہ العقبہ پر سات سات پتھر مارے اسی طرح تیسرے دن اور پھر چوتھے دن بھی جو ایام تشریق کہلاتے ہیں یعنی گیارھویں،بارھویں اور تیرھویں ذوالحج کو تیرھویں تاریخ کو منی سے واپس آجائے اوربیت اللہ کا طواف الوداع کرے جو شخص یہ تمام مناسک بجا لائے وہ فریضہ حج ادا کرلیتا ہے اوراللہ تعالیٰ کے حضور سر خرو ہو جاتا ہے

عمرہ بھی یہی ہوتاہے کہ اگر کوئی شخص حرم کے اندر رہنے والا ہو تو وہ حرم سے باہر کا ہو تو میقات سے احرام باندھے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے صفا اور مروہ کے درمیا ن سعی کرے اور پھر حلق یا قصر کردے اوراگر قربانی کرنا چاہے تو قربانی بھی کردے لیکن عمرہ میں قربانی لازمی نہیں ہوتی حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ عمرہ کے لیے کسی خاص وقت یا مہینہ کی قید نہیں بلکہ وہ سال کے ہر حصہ میں ہو سکتا ہے جبکہ حج صرف شوال ،ذوالقعدہ اورذوالحج میں ہی کیا جا سکتا ہے ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عمرہ کے متعلق پوچھا کہ ’’ اِواجبۃ‘‘ کیا عمرہ واجب ہے رسول کریم ﷺنے فرمایا لا وان تعمروا خیرلکم عمرہ واجب تو نہیں لیکن اگر تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

فان احصر فما استیسر من الھدیاس میں بتایا کہ اگر حج یا عمرہ کرنے والا کوئی شخص بیمای کی وجہ سے یا جنگ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے راستہ میں ہیروک یدا جائے اور وہ مکہ مکرمہ جا کر حج یا عمرہ نہ کرسکے تو پھر جو قربانی بھی میسر آئے اسے دے دینی چاہیے اور اس وقت تک احرام نہیں کھولنا چاہیے جب تک کہ قر بانی محلہنہ پہنچ جائے یعنی اس جگہ پر جہاں قربانی نے ذبح ہونا ہے ابن القاسم کا قول ہے کہ جس جگہ روکا جائے وہیں قربانی دے ورنہ نہں اور

جمہور کا قول ہے کہ جس جگہ روکا جائے وہیں قربانی کردے اور سر منڈواڈالے جو سب سے آخری عمل ہے اسکے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے (بحر محیط جلد ۲ نمبر ۷۳) امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی محلہ سے مراد وہی جگہ ہے جہاں حاجی کو روک دیا گیا ہو لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرم ہے

میرے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے کیونکہ اگر تو جنگ ہواور دشمن نے اسے روکا ہوتو وہ اس کی قربانی کو آگے کیسے جانے دے گا ایسی صورت میں وہ جہاں روکا جائے وہیں قربانی کرکے حلق کردے لیکن اگر بیماری کے سبب سے حاجی کو روکا گیا ہو اور وہ قربانی کے حرم پہنچنے تک سر نہ منڈوائے اور کوشش کرے کہ وہ حرم کے اندر ہی ذبح ہو اس کے بعد حلق کردے ضیمنی طور پر اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے جبرا روک دیا جائے گا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو کفار پر فتح عطافرمائگا اور وہ امن سے حج بیت اللہ کر سکیں گے چنانچہ صلح حدیبیہ میں ایسا ہی ہوا باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ صرف طواف کی نیت سے تشریف لے گئے تھے قریش نے اطلاع لے کر چیتوں کی کھالیں پہن لیں اور ر اپنی بیویوں اور بچوں کو ساتھ لے لیا اور قسمیں کھائیں کہ وہ مر جائیں گے مگر آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے آخر یہ معاہدہ طے پایا کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال آکر طواف کر لیں چنانچہ رسول کریم اور تمام صحابہؓ واپس چلے گئے مگر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مکہ فتح ہو گیا اور مسلمان آزادی کے ساتھ آنے جانے لگے۔

فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک فرماتا ہے اگر کوئی شخص تم میں سے بیمار ہویا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے اسے سر منڈوانہ پڑے جیسے اس کے سر میں جوئیں پڑ جائیں یا پھوڑے نکل آئیں تو وہ سر منڈوا سکتا ہے مگر اس صورت میں اسے صیام یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ دینا پڑے گا قرآن کریم نے فدیہ کی تینوں اقسام کو غیر معین رکھا ہے مگر رسول کریم ﷺ کے ایک ارشاد سے اس کی تعین ہو جاتی ہے حیثیوں میں آتا ہے کہ کعب بن عجرہؓ ایک صحابی تھے ان کے سر میں جوئیں پڑ گئیں اور ان کی اتنی کثرت ہو گئی کہ جوئیں ان کے منہ پر گرتی تھیں وہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے کعب تجھے ان جوئوں کی

وجہ سے بہت تکلیف ہے تو سر منڈوادے اور صم ثلاثۃ ایام او اطعم ستۃ مساکین او انسک شاۃتو فدیہ کے طور پر تین دن کے روے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری کی قربانی دے دے۔

میرے نزدیک اس آیت میں جو فدیہ کی ترتیب ہے وہ امارت اور غربت کے لحاظ سے ہے یعنی اگر کوئی شخص غریب ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے اگر متوسط درجہ کا ہو تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور اگر مالدار ہوتو قربانی دے دے بہر حال قربانی مقدم ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے اور اس کے بعد روزے ہیں اور یہ ترتیب درجہ کی بلندی کے لحاظ سے ہے یعنی ادنی فدیہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے اس سے اعلیٰ فدیہ یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اس سے اعلیٰ فدیہ یہ ہے کہ ایک قربانی دے دے اور یہ حکم محصر کے لیے نہیں بلکہ محصر اور غیر محصر دونوں کے لیے ہے محصر کا حکم محلہ تک ختم ہو گیا ہے

فاذا امنتم فمن تمتع با لعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فرماتا ہے جب جنگ ختم ہو جائے یا دوسری روکاوتین دور ہو جائیں تو اس کے بعد جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھانے اور قران یا تمتع کرے تو جو قربانی بھی آسانی سے میسر آسکے کردے

حج اور عمرہ کے الگ الگ ادا کرنے کا ذکر تو پہلے آچکا ہے اب دونوں اکٹھے ادا کرنے کا ذکر فرماتا ے میر نزدیک اس جگہ تمتع سے اصطلاحی تمتع مراد نہیں بلکہ قِران اور تمتع دونون مراد ہیں اور تمتع کے معنے لغوی ہیں یعنی فائدہ اٹھائے یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ چار رنگ میں جاتے ہیں اول صرف حج کے لیے دوم صرف عمرہ کے لیے سوم تمتع ے لیے چہارم قِران کے لیے تمتع اور قران دونوں میں قربانی واجب ہے لیکن حج اور عمرہ میں نہیں اسی طرح عمرہ تو سال کے دوران میں ہر وقت ہو سکتا ہے اورحج سال میں صرف ایک ہی دفعہ مقرر ایام میں ہو سکتا ہے پس اگر کوئی شخص صرف عمرہ ک لیے جائے یا صرف حج کے لیے جائے اور عمرہ کی نیت نہ ہوتو یہ امر اس کے حالات پر منحصر ہے کہ وہ قربانی کرے یا نہ کرے لیکن قران جس میں عمرہ اور حج دونوں کی نیت ہوتی ہے اس میں قربانی واجب ہوتی ہے قران یہ ہے کہ اشہر الحج میں انسان میقات سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کرے اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کے احکام بجا لائے اور جب تک حج سے فارغ نہ ہو احرام نہ کھولے بعض کے نزدیک اس پر ایک سعی اور ایک طواف ہے اور بعض کے نزدیک دو طواف اور دو سعی اور جب لو ٹنا چاہے تو طواف

وداع کرے اس مین عمرہ کے بعد اس وقت تک احرام نہیں کھولا جاتا جب تک کہ حج نہ ہو جائے حج کرنے کے بع احرام کھولا جاتا ہے لیکن اگر تمتع کی نیت سے جائے تو اشہرالحج میں عمرہ کی نیت کر کے میقات سے احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو پہلے طواف کرے پھر سعی کرے پھر حلق یا قصر کرے اور جب عمرہ ہو چکے تو احرام کھول دے اور ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کو حج کے لیے پھر نیااحرام باندھے اور حج کرے اس میں بھی قربانی واجب ہے اس مین عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھا جاتا ہے غرض قِران اور تمتع دونوں میں قربانی واجب ہے لیکن اکیلے عمرہ یا حج میں واجب نہیں بلکہ محب ہے اور اگر ان میں سے کسی کی نیت کر کے جائے اور کسی وجہ سے روکا جائے تو اس پر پربانی واجب ہو گی اور جب تک قربانی ذبح نہ ہو اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ سر نہ منڈوائے ہاں اگر قربانی مکہ مکرمہ میں بھیج سکتا ہو تو بھجدے اور پھرجب تک قربانی وہاں پہنچ نہ جائے اس وقت تک سر نہ منڈوائے

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمتع اور قران کی خصوصیات جو خالی حج اور خالی عمرہ کے مقابلہ میں ہیں بیان فرمائی ہیں اور فاذا امنتم کے الفاظ اس لیے بڑھائے ہیں کہ اس حکم کو پہلے حکم کا حصہ نہ سمجھ لیا جائے اس حکم کو احصار کے ذکرکے بعد اس لیے بیان کیا کہ اس صورت میں بلا احصار قربانی ہونی چاہیے اورحج ار عمرہ میں احصار سے قربانی ہوتی ے ورنہ نہیں اس لیے اس کو احصار کے ذکر کے بعد بیان کیااس جگہ تمتع اورقران کی یہ خصو۔سیات بیان کی گئی ہیں کہ ان مین قربانی ضروری ہو گی خواہ احصار نہ ہی ہوا ہو اور جسے اس کی توفیق نہ ہو وہ جیسا کہ اگلی آیت مین بیاں کیا گیا ہے تین دن کے روزے مکہ میں اور سات دن کے روزے واپس آکر رکھے

فرماتا ہے فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تین دن کے روزے ذوالحج کی ساتویں آٹھویں اور نویں تاریخ کو رکھے جائیں (۲) حضرت امام بو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر وہ ان ایام میں روزے نہیں رکھی گا تو اس پرقربانی بھی واجب ہو گی (۳) بعض کہتے ہیں کہ یہ روزے چونکہ قربانی کے بدلہ میں ہیں اس لیے حج کے بعد رکھنے چاہیں (۴) بعض کہتے ہیں کہ یہ روزے سے پہلے مکہ میں ہی رکھنے چاہیں (۵) بعض نے احرام اور احرام حج کے درمیانی عرصہ میںر وزے رکھنے کو کہا ہے (بحر محیط جلد ۲ ص۷۸)

میرے نزدیک یہ روزے ایامِ تشریق یعنی گیارھوں بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو رکھنے چاہیں اور فی الحج سے مراد اس جگہ فی ایامِ الحج ہے باقی سات روزے گھر پر بھی رکھے جاسکتے ہیں اس جگہ تلک عشرۃ کاملۃ کا فقرہ اس لیے زائد کیا گیا ہے کہ وسبعۃ کی جگہ او نہ سمجھ لیا جائے اور غلطی سے یہ معنے نہ کر لئے جائیں ہ وہاں رکھے تو تین رکھے اور گھر رکھے تو سات رکھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخر میں تلک عشرۃ کاملۃ فرما کر بتا دیا کہ صرف تین یا سات روزے رکھنا مراد نہیں بلکہ پورے دس روز ے رکھنے مراد ہیں یا یہ الفاظ طاق کے لیے استعال کئے گئے ہیں اور تلک عشرۃ کاملۃ کے یہ معنے ہیں کہ یہ روزے ثواب یا قربانی کے قائم مقام ہنے کے لحاظ سے کامل فدیہ ہیں۔

ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام فرماتا ہے یہ حکم یعنی تمتع کا صرف باہر کے لوگون کے لیے ہے کونکہ ان کو آنے جانے میں تکلیف ہوتےہے مکہ والے تو ہر وقت عمرہ کر سکتے ہیں ان کے لیے تمتع یا قران نہیں ہے

اس آیت کے بارے میں مفسرین میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ قربانی نہ ملنے کی صورت میں روزوں کا حکم صرف آفاقیوں کے لئے ے مکہ والوںکے لیے نہیںیعنی کہ وہ تو اپنے شہر میں ہی قربانی مہیا کرسکتے ہیں یہ امام شافعی کا مذہب ہے (۲) بعض لوگ کہتے ہیںکہ یہ آیت روزوںکے متلعق ہے یعنی روزوں کا حکم اہل مکہ کے لئے نہیں بلکہ صرف باہر والوں کے لیے ہے گویا انہوں نے صیام کو ذلک کے ماتحت رکھا ہے مگر میرے نزدیک یہ دونوں درست نہیں کیونکہ اس صور ت میں مکہ والوں کو سہولت رہتی ہے (۳)امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس سے تمتع اور(۴)قران والے احکام مراد ہیں جنکا ذکر فمن تمتع با لامرۃ الی الحج میں آچکاہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ تمتع اور قران اہل مکہ کے لیے جائز نہیں میرے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے معنے زیادہ درست ہیں اور عقل بھی انہی کی تائید کرتی ہے کیونکہ مکہ والے تو ہر وقت عمرہ کر سکتے ہیں

اس کے بعد حاضری المسجد الحرام میں بھی اختلاف ہے کہ ان سے کون لوگ مرادہیں (۱) حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے تمام اہلِ حرم مراد ہیں (۲) عطاء کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہر جہت سے موقیت کے اندر رہتے ہیں (۳) زہری کہتے ہیں کہ ایک یا دو دن کے سفرتک رہنے والے مراد ہیں (۴) بعض کہتے ہیں کہ اس سے صرف اہل مکہ مراد ہیں اور یہی معنے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں

آخر میں فرمایا واتقو اللہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی حج کی عبادت محض اس غرض کے لیے ہے کہ تمہارے دلوں میں تقوی پیدا ہو اور تم مادی اللہ سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی ڈھال بنا لو اگر حج بیت اللہ ایا عمرہ سے کسی کو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا کوئی مخفی کبر اس کے سامنے آ گیا ہے اسے چاہیے کہ خلوت کے کسی گوشہ میں اپنے خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو زمین پر رکھ دے اور جس قدر خلوص بھی اس کے دل میں باقی رہ گیا ہو اس کی مدد سے گریہ وزاری کرے یا کم سے کم گریہ وزاری کی شکل بنائے اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر کہے کہ اے میرے خدا لوگو ں نے بیج بوئے اور ان کے پھل تیار ہونے لگے وہ خوش ہیں کہ ان کے اور ان کی نسلوں کے فائدہ کے لیے روحانی باغ تیار ہو رہے ہیں پر اے میرے رب میں دیکھتا ہوں کہ جو بیج میں لگا یا تھا اس میں سے تو کوئی روئیدگی بھی پید ا نہیں ہوئی نہ معلوم میرے کبر کا کوئی پرندہ اسے کھاگیا یا میری وحشت کا کوئی درندہ اسے پائوں تلے مسل گیا یا میری مخفی شامتِ اعمال ایک پتھر بن کر اس پر بیٹھ گئی اور اس میں سے کوئی روئیدگی نکلے نہ دی اے خدا اب میں کیا کروں کہ جب میرے پاس کچھ تھا میں نے بے احتیاطی سے اسے اس طرح خرچ نہ کیا کہ نفع اٹھاتا مگر آج تو میرا دل خالی ہے میرے گھر میں ایمان کا کوئی دانہ نہیں کہ میں بوئوں اے خدا میرے اس ضائع شدہ بیج کو پھر مہیا کر دے اور میری کھوئی ہوئی متاع ایمان مجھے واپس عطا کر اور اگر میر ا ایمان ضائع ہو چکا ہے تو تو اپنے خزانے سے اور اپنے ہاتھ سے اپنے اس دھتکارے ہوئے بندہ کو ایک رحمت کا بیج عطا فرما تا کہ میں اور میری نسلیں تیری رحمتوں سے محروم نہ رہ جائیں اور ہمارا قدم ہمارے سچی اور اعلیٰ قربانی کرنے والے بھائیوں کے مقام سے پیچھے ہٹ کر نہ پڑے بلکہ تیرے مقبول بندوں کے کندھو ں کے ساتھ ساتھ ہمارے کندھے ہوں

واعلموا ان اللہ شدید العقاب میں اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہمیشہ خائف رہواور اپنے تمام کاموں کی تقو ی اللہ پر بنیاد رکھو ورنہ تمہارا پہلا ایمان بھی ضائع ہو جا ئیگا اور تم خدا تعالیٰ کی نارضگی کے مورد بن جائو گے۔

حجِ بدل

حج کی فرضیت کی شرائط کے بیان میں اللہ تعا لیٰ فرماتا ہے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّهِ وَاللّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ.

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

(سورۃ ال عمران، آیت نمبر98)

لیکن جو شخص خود کسی وجہ سے حج کے لیے مکہ نہ جا سکے مثلا بیمار ہو بوڑھا ہو یا اس کی نیت حج کرنے کی ہو ، مگر حج کرنے سے پہلے وفات پا جائے یا کوئی اور شرعی عذر ہو اور وہ خود حج کی غرض سے نہ جا سکے تو شریعت نے اس کے لیے گنجائش رکھی ہے کہ وہ اپنی طرف سے خرچ دے کر کسی کو حج بدل کے لئے بھجوائے اس طرح سے اسے حج کا ثواب مل جائے گا کسی کی وفات کے بعد بھی اس کی طرف حج بدل کروایا جا سکتا ہے۔آنحضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سے زائد ایسے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ حج بدل کر سکتے ہیں۔ذیل میں وہ احادیث بھی پیش ہیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ حج کرے گی ، پھر وہ فوت ہوگئی تو اس کا بھائی رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا : بتا تو سہی کہ اگر تیری بہن پر قرض ہوتا ،تو کیا تو اسے ادا کرتا ؟ اس نے عرض کیا ہاں۔آپ ﷺ دنے فرمایا : پس تم اللہ کے عہد کو پورا درو کیونکہ وہ ادئیگی (وفا) کا زیادہ حقدار ہے۔

ایک عورت نے سوال پیش کیا کہ یا رسول اللہ حج اللہ کے بندوں پر فرض ہے میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ہاں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اس کے والد وفات پا گئے ہیں اور انھوں نے حج نہیں کیا تھا ؟آپ ﷺ نے فرمایا "تو اپنے والد کی طرف سے حج کر لے۔

درج بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج ، بدل شریعت میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اس سے اس شخص کو حج کا ثواب پہنچ جاتا ہے جس کی طرف سے حج بِدل کیا جائے۔

کن مشرکین کو حج سے روکا گیا ہے ؟

مشرکین کے نجس ہونے سے مراد ، ان کے عقیدے کی نجاست ہے ، جسمانی نجاست مراد نہیں۔پس مشرکوں کو حج سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنی مشرکانہ رسومات ادا کرتے ہوئے حج کر نے نہ دیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں وہ بعض دفعہ ننگے ہوکر اور اپنے بتوں کو ساتھ لے کر حج کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے حنفی فقہا کے نزدیک بھی مشرکین مسلمانوں کی ہر مسجد میں حتی کہ مسجد حرام میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔البتہ انہیں وہاں اپنی مشرکانہ رسومات کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہیں۔

درج بالا حوالے کی بنیاد ہمیں قرآ ن کریم میں نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

(سورۃ الحج، آیت نمبر26)

یقینا وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ سے اور اس مسجد، حرام سے روکتے ہیں ، جسے ہم نے سب انسانوں کے فائدہ کے لئے بنایا ہے ، اس طرح کہ اس میں (خدا کی خاطر) بیٹھ رہنے والے اور بادیہ نشین (سب) برابر ہیں۔اور جو بھی ظلم کی راہ سے اس میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا ،اسے ہم درد ناک عذاب چکھائیں گے۔

اورظاہر ہے کہ سب انسانوں میں مشرکین بھی شامل ہیں۔سورہ التوبہ کی آیت 28میں جو مشرکین کو نجس کہا گیا ہے اس مراد ان کے عقائد اور بد اعمال ہیں ورنہ مشرکین بھی شریفانہ طریق پر حرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔اس نتیجہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اگر مشرکین کو مسجد حرام میں داخلے سے روکنا درست نہیں تو موحدین کو روکنا کیونکر درست ہو گا خواہ وہ موحد عیسائی ہوں یا یہودی۔

گویا مسجدِ حرام اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے فائدے کے لئے بنائی ہے اور اس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا ۔صرف بد رسوم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔کعبہ کا قیام دوبارہ حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے عمل میں آیا ان کے پیرکار عیسائی بھی ہیں ،یہود بھی اور مسلمان بھی۔لہذا وہاں جا کر عبادت کرنے سے کسی کو نہیں روکا جا سکتا۔پابندی صرف مشرکانہ حرکات کی ادائیگی پر ہے ،داخلے پر نہیں۔

قران یا حج تمتع کرنے والااگر قربانی کی توفیق نہ رکھتا ہو تو 10دن کے روزے رکھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 197)

جو بھی عمرہ کو حج سے ملاکر فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرے تو (چاہیے کہ) جو بھی اسے قربانی میں میسر آئے (کردے) اور جو (توفیق) نہ پائے تو ،اسے حج کے دوران تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے اور سات جب تم واپس چلے جائو یہ دس (دن) مکمل ہوئے۔یہ (اوامر) اس لیے ہیں جس کے اہلِ خانہ مسجد حرام سے پاس رہائش پذیر نہ ہوں۔

ایام حج میں 3روزے رکھنے سے متعلق کہ یہ روزے کب رکھے جائیں ایک وضاحت ملتی ہے

یہ تین دن یوم الترویہ ،یوم عرفہ اور ایک دن پہلے کا ہو گا یعنی 7.8.9.ذی الحج10کو منع ہے اور ایام تشریف میں بھی رکھے تو بہتر ہے۔

ۏۏۏۏۏۏۏۏۏ